# قرآن حکیم کی سورتوں کے مضامین کا اجمالی تجزیہ

از: ڈاکٹر اسرار احمدؒ
ترتیب وتدوین: سید برہان علی ۔ حافظ محمد زاہد

## سُورَۃُ قٓ

سورۂ قٓ تا سورۃ الواقعہ سات سورتیں ہیں اور یہ سب مکّی ہیں۔ مکّی سورتوں کا یہ گلدستہ ادب اور فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے قرآن حکیم کا حسین ترین مقام ہے۔ قرآن حکیم کئی اعتبارات سے معجزہ ہے' مثلاً علمی و فکری اعتبار سے' پیشین گوئیوں کے لحاظ سے' فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے' وغیرہ۔ لیکن قرآن حکیم کا سب سے نمایاں اور اس کے اوّلین مخاطب یعنی اہلِ عرب پر سب سے زیادہ اثر انداز ہونے والا پہلو' ادبی اور فصاحت و بلاغت والا پہلو ہے۔ ادبیت اور فصاحت و بلاغت کے حوالے سے یہ سات سورتیں (قٓ سے الوَاقِعَۃ) قرآن حکیم کی معراج اور نقطۂ عروج ہیں۔ ان میں سے ایک سورۃ ''الرحمٰن'' ہے' جسے نبی کریم ﷺ نے ''عُروسُ القرآن'' (قرآن مجید کی دلہن) قرار دیا ہے۔

ان تمام سورتوں کا اہم ترین موضوع آخرت ہے۔ آخرت کے حالات اور اس کی نقشہ کشی کی تعبیر اگر ایک لفظ میں کی جائے تو وہ ہے ''اِنذار'' (خبردار کرنا) جو ان سورتوں کا مرکزی مضمون ہے۔ یوں تو مکی سورتوں میں ہر جگہ ''ایمانیاتِ ثلاثہ'' یعنی توحید' آخرت اور رسالت کی بحث ملے گی' لیکن ان سورتوں میں زیادہ نمایاں پہلو خبردار کرنے کے حوالہ سے ہے کہ وہ وقت آنے والا ہے جب تمہیں اپنے ربّ کے حضور حاضر ہونا ہوگا' اپنے اعمال کی جواب دہی کرنا ہوگی' جزا و سزا کے فیصلے صادر ہوں گے اور جنت وجہنم میں سے کسی ایک میں تمہیں داخل ہونا پڑے گا۔

ان سورتوں میں پہلی سورۂ قٓ ہے' جس کی ابتدائی آیات ہی اس کا عمود متعین کر رہی ہیں' جس میں بعث بعد الموت کا انکار کرنے والوں کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ۝ بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَاۗءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ ۝ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ ۝

''قٓ۔ قسم ہے اس عظیم الشان قرآن کی (کہ آپؐ ہمارے بھیجے ہوئے پیغمبر ہیں)۔ مگر ان کو بڑا تعجب ہوا (اس بات پر کہ) ان کے پاس ایک خبردار کرنے والا آیا ہے' تو انکار کرنے والے کہنے لگے کہ یہ تو بہت حیران کن بات ہے۔ کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے (تو ہمیں دوبارہ اٹھایا جائے گا)؟ یہ تو بہت دُور کی بات ہے۔''

آیت ۴'۵ میں اللہ تعالیٰ نے منکرین کی اس بات کا جواب بایں الفاظ دیا:

قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ۝ بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ ۝

''تحقیق ہم خوب جانتے ہیں کہ زمین ان میں سے کیا کم کرتی ہے' اور ہمارے پاس وہ کتاب ہے جس میں ہر چیز محفوظ ہے۔ بلکہ انہوں نے حق کو جھٹلایا جب وہ ان کے پاس آ پہنچا' پس یہ اُلجھی ہوئی بات میں پھنسے ہوئے ہیں۔''

بعث بعد الموت کے منکرین کو ایک جواب اللہ تعالیٰ نے آیت ۱۵ میں دل میں اتر جانے والے انداز میں بایں الفاظ دیا:

اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ۭ بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝

''کیا ہم پہلی مرتبہ پیدا کرنے کے بعد اب عاجز آ گئے ہیں؟ (حالانکہ ہماری قدرت اور قوت کے خزانے میں تو کوئی کمی نہیں آئی) بلکہ یہ لوگ دوبارہ پیدا کیے جانے میں دھوکہ میں آ گئے ہیں۔''

آیات ۶ تا ۱۱ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نشانیوں اور انعامات خصوصاً آسمان' زمین اور بارش کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

''کیا اپنے اوپر آسمان کو نہیں دیکھتے کہ ہم نے اس کو کیسے بنایا اور کیسے رونق دی کہ اس میں کوئی رخنہ تک نہیں؟ اور زمین کو ہم نے پھیلایا اور ڈالے اس میں بوجھ (یعنی پہاڑ تا کہ یہ ہل نہ سکے) اور اُگائی اس میں ہر قسم کی رونق کی چیز۔ (یہ ساری چیزیں) آنکھیں کھولنے والی اور سبق دینے والی ہیں ہر (حق کی طرف) رجوع ہونے والے بندے کے لیے۔ اور اتارا ہم نے آسمان سے برکت والا پانی' پھر اُگائے ہم نے اس سے باغ اور فصلیں جو کاٹی جاتی ہیں اور (اسی سے اُگائے) بلند و بالا درخت کھجور کے جن کے خوشے تہہ در تہہ ہیں۔ یہ بندوں کے لیے رزق ہے' اور اس کے ذریعے ہم بنجر زمین کو قابل کاشت بناتے ہیں۔ اسی طرح تمہارا (مرنے کے بعد قیامت کے دن دوبارہ) نکلنا ہے۔'' (آیات ۶ تا ۱۱)

آیات ۱۶ سے ۲۳ تک اللہ تعالیٰ کے علم کا تذکرہ ہے جو ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔ انسانی خیالات سے لے کر اس کے افعال تک ہر چیز اللہ کے علم میں ہے اور اللہ کے مقرر کردہ فرشتے انسان کے تمام اعمال اس کے اعمال نامہ میں لکھ رہے ہیں اور وہ قیامت کے دن اسے ہر چیز کی خبر دے گا۔ فرمایا:

''اور ہم ہی نے انسان کو پیدا کیا ہے اور ہم اس کے دل کے خیالات کو بھی جانتے ہیں' اور ہم اس کی رگِ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ جب (وہ کوئی کام کرتا ہے تو) وہ لکھنے والے جو دائیں بائیں بیٹھتے ہیں' لکھ لیتے ہیں۔ کوئی بات اس کی زبان پر نہیں آتی مگر ایک نگہبان اس کے پاس (لکھنے کو) تیار رہتا ہے......

(قیامت کے دن) ہر شخص (ہمارے سامنے) اس حالت میں حاضر ہوگا کہ اُس کے ساتھ ایک (فرشتہ) ہانک کر لانے والا ہوگا اور ایک (اس کے اچھے بُرے اعمال کی) گواہی دینے والا ہوگا...... اور اس کا ہم نشین (فرشتہ) کہے گا کہ یہ (اعمال نامہ) میرے پاس حاضر ہے!'' (آیات ۲۱ تا ۲۳)

اس سورۃ کی آیت ۳۹، ۴۰ میں پانچ نمازوں کے اوقات کا تذکرہ موجود ہے فرمایا:

فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ۚ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ۝

''(اے نبی ﷺ!) جو کچھ یہ (کفار) بکتے ہیں اس پر صبر کیجیے اور اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح بیان کیجیے آفتاب کے طلوع ہونے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے۔ اور رات کے اوقات میں پھر اس کی تسبیح کیا کریں اور نمازوں کے بعد بھی۔''

بعض روایات کے مطابق آپ ﷺ پر ابتدا میں صرف تین نمازیں فرض تھیں، جن کا ان آیات میں ذکر ہے، یعنی فجر، عصر اور تہجد۔ جبکہ بعض کے مطابق ان آیات میں پانچوں نمازوں کا تذکرہ ہے۔ ''**قبل طلوع الشمس**'' سے مراد فجر ''**قبل الغروب**'' سے مراد ظہر و عصر اور ''**من اللیل**'' سے مراد مغرب اور عشاء ہے۔

# سُورۃُ الذّٰرِیٰت

یہ سورۃ چھوٹی چھوٹی ۶۰ آیات پر مشتمل ہے۔ اس کی ابتدائی آیات میں چار مختلف قسم کی ہواؤں کی قسمیں کھائی گئی ہیں اور ان کے بعد فرمایا:

اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ۙ وَّاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ ۝

''بے شک جو وعدہ تم سے کیا گیا ہے وہ سچا ہے، اور جزا و سزا ضرور واقع ہو کر رہے گی۔''

یہی وہ بنیادی خبر ہے جو ان ساتوں سورتوں (سورۂ ق تا سورۃ الواقعہ) کا بنیادی موضوع ہے۔

آیات ۱۵ تا ۱۹ میں متقین کی صفات اور ان کے اجر کا بیان کیا ہے جو ان کو قیامت کے دن ملے گا۔ فرمایا:

''بے شک اللہ سے ڈرنے والے (اس دن) باغات اور چشموں میں ہوں گے۔ لے رہے ہوں گے جو ان کا رب انہیں دے رہا ہوگا۔ بے شک یہ لوگ اس سے پہلے بھی نیکوکار تھے۔ یہ لوگ رات کو (عبادتِ ربّ کی وجہ سے) بہت کم سویا کرتے تھے اور سحری کے وقت استغفار کرتے تھے۔ اور ان کے اموال میں حق تھا مانگنے والوں اور محروموں کا۔'' (آیات ۱۵ تا ۱۹)

آیات ۲۴ سے ۳۷ تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک واقعہ کا تذکرہ ہے کہ جب ان کے پاس فرشتے انسانی شکل میں بیٹے کی بشارت لے کر آئے تو آپؑ ان کی ضیافت کے لیے موٹا تازہ بچھڑا بھون کر لے آئے، مگر انہوں نے نہ کھایا۔ آپؑ نے فرمایا:

''تم کھاتے کیوں نہیں؟ اور آپؑ دل میں ان سے خوف کرنے لگے۔ وہ بولے: ڈریے نہیں، اور انہوں نے بشارت دی آپ کو ایک صاحبِ علم بیٹے کی۔ پس آپؑ کی بیوی متعجب ہو کر آئیں اور اپنے منہ پر (تعجب

کے باعث) طمانچہ دے مارا اور کہنے لگیں: میں بوڑھی اور بانجھ ہوں (میرے ہاں بچہ کیسے ہوگا؟) انہوں نے کہا: ایسا ہی کہا ہے تیرے ربّ نے‘ بے شک وہ بہت حکمت والا اور جاننے والا ہے۔" (آیات ۲۷ تا ۳۰)

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اِن فرشتوں سے اُن کے آنے کا مقصد دریافت فرمایا تو انہوں نے بتایا کہ انہیں ایک مجرم قوم (قومِ لوطؑ) کی تباہی کے لیے بھیجا گیا ہے۔

اس کے بعد آیات ۳۸ تا ۴۶ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام‘ قومِ عادؑ قومِ ثمود اور قومِ نوحؑ کا اجمالاً تذکرہ ہے۔

تیسرے رکوع کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے حیاتِ اُخروی کے ثبوت کی ایک اور دلیل دیتے ہوئے فرمایا:

وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ۝ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ۝ وَمِنْ كُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۝

"اور آسمان کو ہم نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے اور بے شک ہم بڑی وسیع قدرت رکھتے ہیں۔ اور اس زمین کو ہم ہی نے بچھایا ہے سو کیا خوب بچھانا جانتے ہیں ہم۔ اور ہر شے کے ہم نے جوڑے بنائے ہیں تاکہ تم نصیحت پکڑو۔"

اگر تمہیں نباتات وحیوانات میں جوڑے نظر آ رہے ہیں تو اسی طرح بلندی وپستی ہے اور زمین وآسمان ہے۔ ان کو بھی آپ جوڑوں کی شکل میں سمجھ سکتے ہیں کہ آسمان سے بارش برستی ہے تو زمین سے روئیدگی برآمد ہوتی ہے۔ اسی طرح حیاتِ دنیوی کا بھی ایک جوڑا ہے اور وہ ہے حیاتِ اُخروی۔ یہ بھی حیاتِ اُخروی کے اثبات کی ایک دلیل ہے کہ جب ہر شے کا ایک جوڑا ہے تو اسی طرح زندگی بھی ایک نہیں ہوسکتی‘ لازماً اس کا بھی جوڑا ہوگا۔ اگر اس کا بھی جوڑا نہ ہو تو پھر اس کی تخلیق ہی بے معنی رہے گی کہ نہ کسی کو نیکی کی جزا ملے اور نہ بدی کی سزا۔

ایک نہایت اہم آیت اس سورۂ مبارکہ میں آئی ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۝

"اور میں نے جنّوں اور انسانوں کو پیدا ہی اس لیے کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔"

بعض مفسّرین کے نزدیک "اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ" یہاں "اِلَّا لِيَعْرِفُوْنِ" کے معنی میں ہے۔ یعنی "میں نے جنّوں اور انسانوں کو اپنی پہچان اور معرفت کے لیے پیدا کیا ہے۔"

# سُورۃُ الطُّور

یہ سورۃ ۲ رکوع اور ۴۹ آیات پر مشتمل ہے۔ پچھلی سورۃ کی طرح اس سورۃ کی ابتدا بھی قسموں سے ہوئی ہے۔ ابتدائی چھ آیات میں پانچ اشیاء کی قسم کھائی گئی ہے۔ فرمایا:

وَالطُّوْرِ۝ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ۝ فِیْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ۝ وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ۝ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ۝ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ۝

"قسم ہے طور (پہاڑ) کی‘ اور لکھی ہوئی کتاب کی‘ جس کے صفحات کشادہ ہیں‘ اور آباد گھر کی‘ اور اونچی

چھت کی' اور اُبلتے ہوئے دریا کی۔''

اگلی آیات میں مُقسَم علیہ یعنی جس چیز کے لیے قسم کھائی جا رہی ہے' کا بیان ہے اور وہی ان سورتوں کا بنیادی موضوع ہے۔ فرمایا:

اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۝ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ۝ يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ۝ وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ۝ فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝

''بے شک تیرے رب کا عذاب واقع ہونے والا ہے' اس کو کوئی نہیں ہٹا سکتا۔ جس دن کہ آسمان کپکپا کر لرزے گا' اور پہاڑ چلنے لگیں گے۔ سو اس دن جھٹلانے والوں کے لیے ہلاکت ہے۔''

منکرین اور کافرین کے انجام کا تذکرہ آیت ۱۶ تک چلتا ہے۔ اس کے بعد آیت ۱۷ سے ۲۸ تک متقین کے انجام اور ان انعامات کا تذکرہ ہے جو متقین کو قیامت کے دن ملیں گے۔ مثلاً وہ باغات میں ہوں گے' ان کے لیے ہر طرح کے میوے اور شراب و طعام ہوگا' بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی اور ایسی پاکیزہ شراب ہوگی کہ جس کے پینے سے انسان حواس باختہ نہیں ہوگا (اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ)۔ ان انعامات میں ایک انعام یہ بھی ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ كُلُّ امْرِئٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ۝

''اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کی اولاد بھی ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کرتی رہی تو ہم (جنت میں) ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملا دیں گے (چاہے ان کا رتبہ ان سے کچھ کم ہی ہو) اور (اس کے بدلے میں) ہم اُن (جنتیوں) کے اعمال میں سے کچھ بھی کم نہیں کریں گے۔ (یاد رکھو) ہر آدمی اپنی کمائی کا ذمہ دار ہے۔''

دوسرے رکوع کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے نبی اکرم ﷺ کی ذات پر کیے گئے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ۝ قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ۝

''(اے نبی ﷺ!) آپ یاد دہانی کراتے رہیں' آپ اپنے رب کے فضل سے نہ کاہن ہیں اور نہ مجنون۔ کیا ان لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ آپ تو ایک شاعر ہیں اور ہم منتظر ہیں گردشِ زمانہ کے۔ (اے نبی ﷺ!) آپ بھی کہہ دیجیے: (ضرور) انتظار کرو پس میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔''

اگلی آیات میں کفار کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ۝

''کیا واقعتاً ان کی عقلیں انہیں یہی رائے دے رہی ہیں یا یہ اُن کے مزاج کی سرکشی اور تکبّر ہے (جو اُن سے ایسی باتیں کہلوا رہا ہے)؟ کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ (قرآن) خود پیغمبرؐ نے گھڑ لیا ہے؟ درحقیقت یہ

بے ایمان ہیں۔ اگر یہ سچے ہیں (اس بات میں کہ یہ قرآن محمد ﷺ کی تصنیف ہے) تو یہ بھی بنا لائیں ایسا ہی کلام!''

قرآن حکیم عام طور پر فطری استدلال کا راستہ اختیار کرتا ہے' لیکن کہیں کہیں اپنے استدلال میں فلسفہ اور منطق کو بھی اختیار کرتا ہے۔ جیسے فرمایا:

اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ۝

''کیا یہ بغیر کسی پیدا کیے کے پیدا ہو گئے ہیں یا یہ خود اپنے آپ کو پیدا کرنے والے ہیں؟''

ظاہر بات ہے کہ یہ محالِ عقلی ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ میں اپنے آپ کو پیدا کرنے والا نہیں ہوں' تو لازماً میرا کوئی خالق ہے جس نے مجھے وجود بخشا ہے۔

اس سورۃ کے آخر میں فرمایا:

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ۝ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ ۝

''(اے نبی ﷺ!) آپ صبر کیجیے اپنے رب کے حکم کے ساتھ' بے شک آپ ہماری نگاہوں میں ہیں اور اپنے ربّ کی تسبیح بیان کریں اس کی حمد کے ساتھ جب آپ (سو کر) کھڑے ہوتے ہیں۔ اور رات کو بھی اللہ کی تسبیح بیان کریں اور (اس وقت) جب ستارے پیٹھ دکھا رہے ہوں۔''

# سُورۃُ النَّجْم

یہ سورۃ چھوٹی چھوٹی ۶۲ آیات پر مشتمل ہے۔ پچھلی دو سورتوں کی ابتدائی آیات کی طرح اس کی پہلی آیت میں بھی ستارے کی قسم کھائی گئی ہے۔ فرمایا: ﴿وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۝﴾ ''قسم ہے ستارے کی جب وہ گرے۔''

اس سورۃ کی ابتدائی آیات نہایت اہم اور مشکلات القرآن میں سے ہیں جن پر بڑی علمی بحثیں ہوئی ہیں۔ ان میں رسول اللہ ﷺ کے معراج واقعہ کے دوسرے یعنی آسمانی حصہ کا تفصیلاً ذکر ہے جس میں نبی اکرم ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ان کی اصلی شکل میں دیکھا۔ ستارے کی قسم کے بعد آگے ارشاد ہوا:

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۝ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝ ذُوْ مِرَّةٍ ۭ فَاسْتَوٰى ۝

''تمہارے صاحب (محمد ﷺ) نہ تو گمراہ ہوئے ہیں اور نہ ہی غلط راستہ پر چلے ہیں۔ اور نہ ہی وہ اپنی ہوائے نفس کی بنا پر کچھ کہتے ہیں۔ یہ تو ایک وحی ہے جو ان پر (نازل) کی جاتی ہے۔ انہیں تعلیم دی ہے بڑی طاقت والے' زور آور (جبرائیل) نے' جب وہ سیدھا بیٹھا۔'' (آیات ۲ تا ۶)

رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دو مرتبہ ان کی اصلی شکل میں دیکھا ہے۔ پہلی مرتبہ افق پر اور دوسری مرتبہ شب معراج میں سدرۃ المنتہیٰ کے قریب۔ اگلی آیات میں اس کا بیان ہے۔ فرمایا:

’’(نبی اکرم ﷺ نے جبریل کو اصلی شکل میں پہلی دفعہ دیکھا) جب وہ آسمان کے اونچے کنارے پر تھے۔ پھر وہ قریب آئے اور لٹک گئے۔ پھر دو کمانوں جتنا فاصلہ رہ گیا یا اس سے بھی کم۔ پھر اللہ نے وحی کی اپنے بندے کو جو وحی کی۔ جو کچھ (آنکھوں نے) دیکھا دل نے اس کو جھٹلایا نہیں۔ تو کیا تم جھگڑتے ہو ان سے اس پر جو انہوں نے دیکھا؟ اور البتہ تحقیق انہوں نے ان (حضرت جبرائیلؑ) کو ایک مرتبہ اور بھی دیکھا ہے' سدرۃ المنتہیٰ کے قریب' جس کے قریب جنت الماویٰ ہے۔ جب سدرۃ المنتہیٰ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا (یعنی تجلیاتِ ربانی کا نزول ہو رہا تھا)۔‘‘ (آیات ۷ تا ۱۶)

یہ مضامین ایسے ہیں کہ ان کو کتنے ہی سادہ الفاظ میں بیان کیا جائے' ہماری عقل کی گرفت میں نہیں آ سکتے۔ سدرۃ المنتہیٰ پر کیا کیفیات ہیں' تجلیاتِ ربانی کی کیا کیفیت ہے' یہ ہماری عقل کے ادراک سے باہر ہے۔ پھر کیا اندازِ بیان اختیار کیا گیا کہ جب سدرۃ المنتہیٰ کو ڈھانپے ہوئے تھا جو ڈھانپے ہوئے تھا۔ اب تم کیا سمجھو گے کہ کیا ڈھانپے ہوئے تھا؟ آگے فرمایا:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ۝ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ۝

’’ان کی نگاہ نہ کج ہوئی نہ حد سے بڑھی' اور انہوں نے اپنے ربّ کی عظیم نشانیوں کا مشاہدہ کیا۔‘‘

ایک طرف تو آپ ﷺ نے سدرۃ المنتہیٰ کو نظر جما کر دیکھا ہے اور دوسری جانب آپ ﷺ کی نگاہ میں ادب بھی ہے کہ وہ حد سے آگے نہیں بڑھ رہی ہے' لیکن اتنا تحمل بھی ہے کہ وہ چکا چوند نہیں ہو رہی ہے۔

آیات ۱۹ اور ۲۰ میں کفار کے تین بتوں کا ذکر ہے جن کو وہ سب سے زیادہ قابلِ احترام سمجھتے تھے۔ ان کا ذکر کرتے ہوئے مشرکین سے خطاب کیا جا رہا ہے:

اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ۝ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ۝

’’بھلا تم نے لات اور عزیٰ پر بھی نظر کی ہے؟ اور وہ جو تیسری (دیوی) منات ہے؟‘‘

مشرکین ان بتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ اگلی آیات میں ان کے اس تصور کی نفی کرتے ہوئے فرمایا:

’’کیا تمہارے لیے بیٹے اور اس کے لیے بیٹیاں ہیں؟ یہ تو بہت غلط تقسیم ہے۔ یہ تو بس ایک قسم کے نام ہی ہیں جو تم نے اور تمہارے آباء واجداد نے رکھ لیے ہیں اور اللہ نے اس معاملے میں کوئی دلیل نہیں اتاری۔ یہ محض اپنے گمان اور خواہشاتِ نفس کی پیروی کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کو ان کے رب کی طرف سے ہدایت پہنچ چکی ہے۔‘‘ (آیات ۲۱ تا ۲۳)

آیات ۲۷ اور ۲۸ بھی اسی موضوع سے متعلق ہیں کہ کفارِ مکہ فرشتوں کو بھی اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ اللہ نے اس کو بھی گمان کی پیروی قرار دیا۔ فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى ۝ وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ۝

’’جو لوگ آخرت کا یقین نہیں رکھتے وہ ان فرشتوں کے عورتوں والے نام رکھتے ہیں' حالانکہ ان کے پاس

اس کی کچھ خبر نہیں ہے۔ یہ محض اپنے گمان کی پیروی کرتے ہیں' اور حق بات کے مقابلے میں گمان کچھ کام نہیں آئے گا۔''

آیات ۴۲ تا ۴۵ میں اللہ تعالیٰ نے یہ واضح فرما دیا کہ اس عالمِ اَرضی میں جتنے بھی متقابل اور متضاد احوال ہیں وہ سب میں نے ہی پیدا کیے ہیں۔ فرمایا:

وَاَنَّ اِلٰی رَبِّكَ الْمُنْتَهٰی ۝ وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰی ۝ وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْيَا ۝ وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰی ۝

''اور یقیناً (ہر ایک کو) تیرے رب تک پہنچنا ہے۔ یقیناً وہی ہنساتا ہے اور وہی رلاتا ہے' وہی مارتا ہے اور وہی زندگی بخشتا ہے' اور وہی ہے جس نے ہر چیز کا جوڑا بنایا نر اور مادہ کی صورت میں۔''

# سُورۃُ القَمر

اس سورۃ کی ابتدائی آیت میں ''شق القمر'' کے واقعہ کا ذکر ہوا ہے جس کو عام طور پر رسول اللہ ﷺ کے معجزات میں شمار کیا جاتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ معجزہ وہ ہوتا ہے جو تحدی (challenge) کے ساتھ پیش کیا جائے' اور حضور ﷺ کا معجزہ صرف ایک ہے اور وہ ہے قرآن مجید۔ جبکہ خرقِ عادت یعنی عام طبعی یا فطری قوانین سے ہٹ کر واقعات رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بے شمار ہوئے ہیں۔ شق القمر بھی ایک خرقِ عادت واقعہ تھا' جس کی تفاصیل بڑی مختلف ہیں' لیکن خلاصہ یہ کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے اور اُس کے بعد وہ دونوں ٹکڑے آپس میں مل گئے۔

ابتدائی آیت میں اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور اگلی دو آیات میں اس جیسے واقعات پر کفار کے عمومی رویے کو بیان کیا گیا ہے:

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝ وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ۝

''قیامت قریب آ پہنچی اور چاند شق ہو گیا۔ اور اگر کافر کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو جادو ہے جو پہلے سے چلا آ رہا ہے۔ اور انہوں نے جھٹلایا اور اپنی خواہشات کی پیروی کی' اور ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے۔''

اس سورۂ مبارکہ میں آیات ۹ تا ۱۷ میں قوم نوح کا' آیات ۱۸ تا ۲۲ میں قومِ عاد کا' آیات ۲۳ تا ۳۲ میں قومِ ثمود کا اور آیات ۳۳ تا ۴۰ میں قومِ لوط کا مختصراً مگر جامع انداز میں تذکرہ ہے۔ ان واقعات میں ایک چیز مشترک اور اہم ہے کہ ان میں سے ہر واقعہ کا اختتام ایک ہی آیت پر ہو رہا ہے اور وہ آیت ہے: ﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝﴾ ''اور ہم نے قرآن کو یاد دہانی کے لیے آسان کر دیا ہے' تو ہے کوئی اس سے نصیحت یا ہدایت کا طالب؟'' —— یہ قرآن مجید کا ایک چیلنج ہے اور اتمامِ حجت کے طور پر کہا جا رہا ہے کہ اگرچہ قرآن اپنے علمی پہلوؤں کے اعتبار سے بہت غامض ہے اور اپنے اندر ایسی گہرائیاں لیے ہوئے بھی ہے

کہ جن کی تہہ تک کوئی نہیں پہنچ سکتا' لیکن دوسری جانب یہ بھی حقیقت ہے کہ انسان کے لیے اصل ہدایت اور رہنمائی اس کی سطح پر ہی موجود ہے' جس کے لیے بہت زیادہ محنت و مشقت کی ضرورت نہیں ہے۔ نصیحت اور ہدایت کے پہلو سے قرآن آسان ہے' جس کو ''تذکّر'' کہا جاتا ہے' البتہ اس کی علمی' فکری اور عقلی گہرائیوں میں جانا انتہائی محنت و مشقت کے بغیر ممکن نہیں ہے' جس کو ''تدبّر'' کہا جاتا ہے۔

اس سورۂ مبارکہ کی آیات ۴۳ تا ۴۵ میں ایک طرح کی پیشین گوئی آئی ہے' جس میں بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے جتنے بھی مخالفین ہیں یہ سب پیٹھ دکھادیں گے اور ان سب کو شکست ہو جائے گی۔ فرمایا:

اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ۝ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ۝

''کیا تمہارے کافر ان لوگوں سے بہتر ہیں یا تمہارے لیے (پہلی) کتابوں میں فارغ خطی لکھ دی گئی ہے؟ کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری جماعت بڑی مضبوط ہے؟ عنقریب یہ جماعت شکست کھائے گی اور یہ لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔''

چنانچہ واقعات بتاتے ہیں کہ غزوۂ بدر کے آغاز سے قبل رات کو رسول اللہ ﷺ نے طویل ترین سجدہ کیا۔ اس کے بعد جب سر اٹھایا تو آپؐ کی زبان مبارک پر یہی آیت تھی: ﴿سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ۝﴾ معلوم ہوا کہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کی توثیق فرمائی۔

# سُورۃُ الرَّحمٰن

جیسا کہ ابتدا میں عرض کیا گیا ہے کہ سورۂ قٓ سے سورۃ الواقعہ تک' مکی سورتوں کا گلدستہ عبارت کے حسن' ادب اور فصاحت و بلاغت کے پہلو سے قرآن مجید کا حسین ترین مقام ہے' اور پھر ان میں سے بھی سورۃ الرحمٰن کو اس حوالے سے قرآن مجید کا نقطۂ عروج کہا جائے تو شاید غلط نہ ہوگا۔ اسی لیے نبی اکرم ﷺ نے اس کو ''عروس القرآن'' قرار دیا ہے۔ اس سورۃ میں سے علیحدہ سے کوئی مضامین نکال کر لے آنا ممکن نہیں ہے' البتہ اس کی ابتدائی چار آیات میں چار چیزوں کا تذکرہ ہے' جو اپنی اپنی جگہ پر چوٹی کی ہیں۔ فرمایا:

اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝

''(اللہ جو) نہایت مہربان (ہے)' اُسی نے قرآن کی تعلیم دی۔ اُسی نے انسان کو پیدا کیا۔ اُسی نے اس کو بیان کرنا سکھایا۔''

پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے چوٹی کے نام ''الرحمٰن'' کا ذکر ہے۔ دوسری آیت میں افضل ترین علم کا ذکر ہے جو اس نے اپنی مخلوق کو دیا ہے اور وہ چوٹی کا علم ہے ''قرآن''۔ تیسری آیت میں مخلوقات میں سے چوٹی کی مخلوق ''انسان'' کا تذکرہ ہے' جس کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار صلاحیتیں ودیعت فرمائی ہیں۔ چوتھی آیت میں انسان کو ودیعت کی گئی صلاحیتوں میں سے چوٹی کی صلاحیت ''بیان'' کا ذکر ہے۔ انسانی دماغ میں کلام اور بیان

کا جو علاقہ ہے وہ سب سے زیادہ developed ہے۔ اب ان چار آیات کو جمع کیا جائے تو ان سے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ یہ ہے کہ انسان کی قوتِ بیانیہ کا بہترین مصرف قرآن کو بیان کرنا ہے۔ اور یہ وہی بات ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق نبی آخر الزمان ﷺ نے فرمائی: ((خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ)) ''تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو قرآن سیکھیں اور اسے (دوسروں کو) سکھائیں۔''

اس سورۃ کی ایک خاص بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں ان تمام روحانی، جسمانی، دنیوی اور اُخروی نعمتوں کا ذکر تفصیل سے کیا ہے جن سے جنوں اور انسانوں کو سرفراز کیا گیا، کیا جا رہا ہے یا کیا جائے گا — ہر نعمت کو ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۝﴾ ''تو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!'' مذکورہ جملہ اس سورۃ میں ۳۱ مرتبہ آیا ہے، اس سے اس کی اہمیت کا اندازہ آسانی سے لگایا جا سکتا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے ایک روایت نقل کی ہے، وہ فرماتے ہیں:

''ایک دفعہ رسول کریم ﷺ نے ہمارے سامنے پوری سورۃ الرحمٰن کی تلاوت فرمائی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خاموش رہے تو آپؐ نے فرمایا: ''میں نے یہ سورۃ ایک رات جنوں کو سنائی تھی، وہ اس کا تم سے بہتر جواب دے رہے تھے۔ جب بھی میں یہ آیت پڑھتا: ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۝﴾ تو وہ جواب میں کہتے: لَا بِشَيْءٍ مِنْ نِعَمِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ فَلَكَ الْحَمْدُ ''اے ہمارے ربّ! ہم تیری کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے، پس تمام تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں۔''

ہمارے لیے بھی ضروری ہے کہ ہم بھی جب اس آیت کو پڑھیں یا سنیں تو یہی جواب دیں۔

آیت ۴۶ سے سورۃ کے آخر تک ان نعمتوں کا ذکر ہے جو آخرت میں متقی اور نیک انسانوں اور جنوں کو عطا کی جائیں گی۔ فرمایا:

''اور ہر اس شخص کے لیے جو اپنے رب کے حضور پیش ہونے کا خوف رکھتا ہے، دو باغ ہیں...... ہری بھری ڈالیوں سے بھرپور...... ان باغوں میں دو رواں چشمے ہیں...... ان باغوں میں ہر پھل کی دو قسمیں ہیں...... (جنتی لوگ) ایسے فرشوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے جن کے استر ریشم کے ہوں گے اور باغوں کی ڈالیاں (پھلوں سے) جھکی ہوں گی...... ان کے درمیان شرمیلی نگاہوں والیاں ہوں گی جن کو ان سے پہلے کسی جن اور انسان نے نہیں دیکھا ہوگا...... ایسی خوبصورت جیسے ہیرے موتی...... ان باغات میں پھل، کھجوریں اور انار ہوں گے...... ان میں خوبصورت اور خوب سیرت بیویاں ہوں گی...... خیموں میں ٹھہرائی ہوئی حوریں ہوں گی...... وہ جنتی سبز قالینوں اور نادر فرشوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے۔ تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ بڑی برکت والا ہے تیرے ربِ جلیل و کریم کا نام۔'' (آیات ۴۶ تا ۷۸)

## سُورۃُ الوَاقِعَة

سورۂ قٓ سے جو سات مکی سورتوں کا گلدستہ شروع ہوا وہ سورۃ الواقعہ پر آ کر اختتام پذیر ہو رہا ہے۔ ان تمام سورتوں کا اہم ترین موضوع قیامت ہے اور اس سورۃ کی ابتدا بھی اسی سے ہو رہی ہے۔ فرمایا:

إِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۙ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۘ ②

''جب وہ واقعہ ظہور پذیر ہوگا' تو پھر اس کا جھٹلانے والا کوئی نہ ہوگا۔''

آج تو یہ جھٹلا رہے ہیں کہ کیسے ممکن ہے' کیونکر ہوگا' کب ہوگا' وغیرہ وغیرہ' لیکن جب یہ وقوع پذیر ہوگا تو اس وقت یہ دنگ رہ جائیں گے اور ان کی زبانیں گنگ ہو کر رہ جائیں گی۔

آیت ۳ میں قیامت کے ایک پہلو کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:﴿خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ③﴾ ''(اور یہ واقعہ) کچھ کو نیچے گرا دے گا اور کچھ کو اونچا کر دے گا''۔ ظاہر ہے کہ جو لوگ اِس دنیا میں اُس دن سے غافل ہو کر بڑی شان و شوکت اور عیش و عشرت میں زندگیاں بسر کر رہے ہیں اُس روز وہ پستیوں میں گرنے والے ہیں' جبکہ دوسری جانب وہ لوگ جو اپنے رب کی اطاعت و فرمانبرداری میں درویشانہ زندگی گزار رہے ہیں' جن کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ کہیں رشتے کا پیغام بھیجیں تو کوئی ان سے رشتہ کرنا پسند نہ کرے' وہ کسی کی سفارش کرنا چاہیں تو کوئی ان کی بات نہ سنے اور یہ لوگ کسی محفل میں جگہ نہ پا سکیں' لیکن اللہ کے ہاں ان کا مقام یہ ہے کہ اگر کسی معاملہ میں بھولے سے قسم کھا بیٹھیں تو اللہ ان کی قسم کی لاج رکھے گا۔ قیامت کے روز اللہ کے ہاں ایسے لوگ بلند مراتب پر فائز ہوں گے۔

اس سورۂ مبارکہ میں قیامت کے دن تمام انسانوں کے تین گروہوں میں منقسم ہو جانے کا ذکر ہے۔ ویسے تو اجمالی طور پر سورۃ الرحمٰن میں بھی اس کا ذکر آیا ہے' لیکن اس سورۃ میں اس کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ فرمایا:

وَّكُنْتُمْ أَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ⑦ فَأَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۙ مَآ أَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ⑧ وَأَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ۙ مَآ أَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ⑨ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ⑩

''(جب قیامت واقع ہوگی) اور تم (بنی نوعِ انسان) تین گروہوں میں تقسیم ہو جاؤ گے: (۱) داہنی طرف والے' کیا خوب ہیں داہنی طرف والے (۲) بائیں طرف والے' کیا ہی برے ہیں بائیں طرف والے (۳) سبقت لے جانے والے' (کیا ہی خوب ہیں) سبقت لے جانے والے۔''

جو کامیاب ہونے والے لوگ ہوں گے وہ بھی دو جماعتوں میں منقسم ہوں گے: ایک ''السّابقون'' ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے دین کے معاملہ میں بھی سبقت کی' یعنی ایمان لانے میں پہل کی اور پھر اس کے لیے جان و مال قربان کرنے میں بھی آگے نکل گئے' ان کے بارے میں فرمایا گیا:

''یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کے قریب ترین ہوں گے' نعمت کے باغات میں۔ ان میں پہلوں میں سے زیادہ اور بعد والوں میں سے کم لوگ شامل ہوں گے۔ ان پلنگوں پر جو سونے کی تاروں سے بنے ہوں گے' تکیہ لگائے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ گھومتے پھرتے ہوں گے ان (کی خدمت) کے لیے نوجوان لڑکے جو ہمیشہ ایک سے رہیں گے۔ (ان کے ہاتھوں میں) پیالے' آفتابے اور جام ہوں گے شرابِ طہور کے' جس سے نہ وہ سر درد محسوس کریں گے اور نہ مدہوش ہوں گے۔ اور میوے ہوں گے جو وہ پسند کریں گے۔ اور اڑتے پرندوں کا گوشت ہوگا جس کی وہ رغبت کریں گے۔ اور خوبصورت آنکھوں والی حوریں

ہوں گی' ایسے موتیوں کی مانند جو غلافوں میں چھپے ہوئے ہوں۔ یہ بدلہ ہے ان اعمال کا جو وہ کرتے رہے تھے۔" (آیات ۱۱ تا ۲۴)

اہلِ جنّت کا ایک دوسرا گروہ "اصحابُ الیمین" بھی ہوگا' جو "السابقون" سے درجے میں کم ہوں گے ان کے بارے میں فرمایا:

"وہ (مزے کر رہے) ہوں گے بے خار بیریوں میں' اور کیلے کے گچھوں میں' اور لمبے سایوں میں' اور پانی کے آبشاروں میں' اور پھلوں کی بہتات میں' کہ نہ وہ ختم ہوں گے اور نہ ان سے روکا جائے گا' اور اونچے (پلنگوں پر بچھے ہوئے) بستروں میں۔ ہم نے پیدا کیا ہے ان (کی بیویوں) کو اچھی اٹھان پر' پس ہم نے ان کو کنواریاں' پیار کرنے والیاں اور ہم عمر بنایا۔ (یہ سب نعمتیں ہیں) اصحابِ یمین کے لیے۔ (ان میں شامل ہوں گے) ایک بڑی جماعت پہلوں میں سے اور ایک بڑی جماعت بعد والوں میں سے۔" (آیات ۲۷ تا ۴۰)

تیسرا گروہ "اصحابُ الشمال" یعنی جہنم والوں کا ہے۔ ان کے برے انجام کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"(اصحاب الشمال) جھلستی لو اور کھولتے ہوئے پانی' اور سیاہ دھوئیں کے سائے میں ہوں گے' نہ یہ ٹھنڈا ہوگا اور نہ آرام دہ...... ان کو کھانا پڑے گا زقوم کے درخت سے (اور ان سے کہا جائے گا) تم بھرو اس سے اپنے پیٹ کو۔ پھر پینا پڑے گا اس پر کھولتا ہوا پانی (اور ان سے کہا جائے گا) پیو جیسے پیاسا اونٹ پیتا ہے۔ یہ ان کی مہمان نوازی ہوگی قیامت کے دن۔" (آیات ۴۱ تا ۵۶)

اصحاب الشمال کے اس برے انجام کی وجوہات کا بھی تذکرہ کیا گیا کہ یہ لوگ قیامت کے قیام اور بعث بعد الموت کا نہ صرف انکار کرتے تھے بلکہ تضحیک بھی کرتے تھے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی چند چیزوں کا تذکرہ کر کے لوگوں کو غور و فکر کی دعوت دی ہے کہ ان چیزوں کو کس نے پیدا کیا اور یہ کس کی قدرت میں ہیں؟ فرمایا:

أَفَرَءَيْتُم مَّا تُمْنُونَ ﴿٥٨﴾ ءَأَنتُمْ تَخْلُقُونَهُۥٓ أَمْ نَحْنُ ٱلْخَٰلِقُونَ ﴿٥٩﴾

"بھلا دیکھو' جو پانی کا قطرہ (نطفہ) تم ٹپکاتے ہو۔ کیا تم اس سے (انسان بنا کر) پیدا کرتے ہو یا ہم پیدا کرتے ہیں؟"

أَفَرَءَيْتُم مَّا تَحْرُثُونَ ﴿٦٣﴾ ءَأَنتُمْ تَزْرَعُونَهُۥٓ أَمْ نَحْنُ ٱلزَّٰرِعُونَ ﴿٦٤﴾

"بھلا دیکھو' جو تم بوتے ہو۔ کیا تم اس کو اُگاتے ہو یا ہم اُگاتے ہیں؟"

أَفَرَءَيْتُمُ ٱلْمَآءَ ٱلَّذِى تَشْرَبُونَ ﴿٦٨﴾ ءَأَنتُمْ أَنزَلْتُمُوهُ مِنَ ٱلْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ ٱلْمُنزِلُونَ ﴿٦٩﴾

"بھلا دیکھو' وہ پانی جو تم پیتے ہو' کیا تم نے اسے بادل سے اتارا ہے یا ہم ہیں اتارنے والے؟"

أَفَرَءَيْتُمُ ٱلنَّارَ ٱلَّتِى تُورُونَ ﴿٧١﴾ ءَأَنتُمْ أَنشَأْتُمْ شَجَرَتَهَآ أَمْ نَحْنُ ٱلْمُنشِـُٔونَ ﴿٧٢﴾

"بھلا دیکھو' وہ آگ جس کو تم سلگاتے ہو۔ کیا تم نے اس کا درخت پیدا کیا یا ہم ہیں پیدا کرنے والے؟"

(بقیہ صفحہ 55 پر)